

ترزکیہ نفس: قرآن کی روشنی میں

گوہر ملیانی

قرآن حکیم علم و حکمت کا ذخیرہ کنار ہے۔ یہودہ کتاب میں ہے جو ہدایت کامنیع اور معارف کا خزانہ ہے۔ اس کا موضوع انسان ہے، اس کے مضامین و موضوعات انسانی زندگی کی کامیابی اور فلاح کی ترجیحی کرتے ہیں۔ پھر اس کا دائرہ کاروائی سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ انفرادیت اور اجتماعیت، تصورات و اعتقادات کی وضاحت کرتا ہے۔ وحدت اور مساوات کی صراحت کرتا ہے۔ اخلاقی اقدار اور اعمال و افعال کی تطہیر کرتا ہے۔

ترزکیہ نفس کے حوالے سے یہ امر ذہن نشین رہے کہ ترکیہ کے لغوی معنی پاکی، صفائی اور نشوونما کے ہیں۔ یعنی اپنے آپ کو آلا بیشوں سے پاک صاف کرنا، یعنی کی نشوونما کرنا اور اس کو ترقی دینا ہے۔ مگر قرآنی مفہوم کے مطابق ترکیہ کے معنی نفس کو تمام ناپسندیدہ، مکروہ اور فتح عناصر سے پاک کر کے خداخونی، یعنی اور تقویٰ جیسی خوبیوں سے آراستہ کرنا ہے۔ رذائلِ اخلاق سے بچنا اور فضائلِ اخلاق سے منور ہو کر بندگی خالقی کا نبات کو درجہ کمال تک پہنچانا ہے۔ اس کے احاطے میں کردار و اطوار، اعمال و افعال اور مشاہدات و تجربات کے ساتھ ساتھ احکامات کی تعمیل بھی آتے ہیں۔ یہ تمام امور انسانی طاقت سے باہر نہیں۔ انسان انھیں بہ رضا و رغبت اور بلا تردد و کراہت انجام دے سکتا ہے۔ اس میں اشکال اور وقتیں نہیں، صرف تعلیمات قرآن سے محبت درکار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی عظمت و عزت خلیفۃ اللہ ہونے کے ناتے دیگر مخلوقات سے برتر ثابت کرنے کے لیے ترکیہ کو اختیار کرنے پر زور دیا ہے: قَدْ أَفْلَأْتُ مُؤْمِنَةً مُّكَفَّرًا ۝ (الشمس: ۹۶) ”یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا ترکیہ کیا۔“

ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۱۳ء

قرآن حکیم کی تعلیمات میں اس پر بار بار زور دیا گیا ہے۔ وَبِالْسَّمُوْتِ وَالْأَوْضُوْنَ انبیاء کرامؐ کو بھی ترکیب کی تلقین کو اپنی تبلیغ کی اساس بنانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں اس دعا کو بیان فرمایا، جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ مانگ رہے تھے جس میں ترکیب کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ دراصل دعاے ابراہیمؐ ہے جس میں رسول اکرمؐ کیبعثت کی استدعا ہے۔ حضرت ابراہیمؐ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیلؐ مکہ مکرمہ میں اللہ کے گھر کی دیوار اٹھا رہے تھے اور دعا کرتے جاتے تھے: ”اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے۔ تو سب کی سننے اور سب کچھ جانتے والا ہے۔ اے رب! ہم دونوں کو اپنا مسلم مطیع فرمان بنا، ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا، اور ہماری کوتا ہیوں سے درگزر فرما، تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے“ (البقرہ: ۲۷-۲۸)۔ یاد رکھئے یہ ایک بزرگ نیدہ رسولؐ کی دلی کیفیات کی رب کائنات کے حضور التجیب ہیں۔

یہ تمباکیں، آرزوں کیں اور ندا کیں ہمیں ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ روح کی صدائیں بصد احترام ہوا کے دوش پر ترپ پڑھتی ہیں۔ یہی حالت حضرت ابراہیمؐ کی ہے۔ وہ استدعا کرتے ہیں:

رَبَّنَا وَابَّعَثْ فِيٰهُمْ رَسُولًا مُّنَّذِّلًا عَلَيْهِمْ أَبْيَّهُ وَيَعْلَمُهُمُ الْكَثِيرُ
وَالْحِكْمَةُ وَبِنَىٰ كِيْمَهُ طَائِيْهِ آنَتِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرہ: ۲)

اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود اٹھی کی قوم سے ایک اپیار رسول اٹھائیو، جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔ تو بڑا مقدار اور حکیم ہے۔

یہ ہے سیدنا ابراہیمؐ کی خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہلی دعا، جس میں ترکیب کے فرض کو ادا کرنے کا بھی خصوصی ذکر ہے۔ گویا تعلیم قرآن وہ حاصل ترکیب نفس ہے جس میں زندگی سنوارنے، اخلاق، سخاوت، معاشرت، تمدن، سیاست غرضیکہ ہر چیز کو سنوارنا شامل ہے۔ محسن انسانیت کی پوری زندگی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ کس طرح آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؐ کی زندگیوں کا ترکیب کیا۔ جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر سپیدہ سحر کی طرح منور کیا،

دلوں کو آسودگی سے پاک کیا۔ رحم و کرم کی صفات سے متصف کیا۔ یہی ترکیب کا عمل ہے جس نے صحابہ کرامؐ کو تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر پہنچا دیا۔ اسی پر خالق کائنات نے فرمادیا:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيهِمْ رُسُولًا مُّنَذِّرِينَ إِنَّمَا عَلَيْنَا مِنْهُمْ أَيْتَنَا وَيَنْهَا كَمْ وَيَعْلَمُهُمْ

الْمُكْتَبَةِ وَالْحِكْمَةَ وَيَعْلَمُهُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَفَلَّفُوا ۵ (البقرہ ۱۵۱:۲)

نے تمھارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمھیں میری آیات سناتا ہے۔

تمھاری زندگیوں کو پاکیزہ بناتا ہے، تمھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ

باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

یہ ایک فریضہ بھی ہے جو دیگر فرانسل کے ساتھ سونپا گیا۔ یہ سلسلہ خاتم النبیین حضرت محمدؐ سے شروع نہیں ہوا بلکہ قبل ازیں بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؐ کو ترکیب نفس انسانی کی ہدایت کی ہے۔ ذرا حضرت موسیٰؑ کے تذکرے میں اس کام کو انجام دینے کے حکم پر غور کیجیے:

هُلْ أَتَتْنَاهُ مُؤْسِدًا ۵۰ **إِنَّ نَاصِيَةً رَبِّهِ بِالْأَوَابِ الْفَقَدَسَ طَلَبَ** ۵۱

إِنْ هُنَّ بِإِلَهٍ لَّذِيقَوْنَ ۵۲ **إِنَّهُ طَغَى** ۵۳ **فَقُلْ هُلْ أَنْتَ إِلَهٌ لَّذِي** ۵۴

تَنْكِيدٌ وَالْجَهَنَّمُ ۵۵ **إِنَّ لَدَ رَبِّيَ فَنَتَشَدَّدُ** ۵۶ (النازعات ۷۶:۱۵-۱۹) کیا

تمھیں موسیٰؑ کے قصے کی خبر پہنچی ہے، جب اس کے رب نے طویٰ کی مقدس وادی میں

پکار تھا کہ فرعون کے پاس جا، وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہہ: کیا تو اس کے لیے

تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تو

اس کا خوف تیرے اندر پیدا ہو۔

اہن زید کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں بھی ترکیب کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں اس سے

مراد اسلام قبول کرنا ہی ہے۔ چنانچہ وہ مثال میں قرآن مجید کی حسب ذیل تین آیات کو پیش کرتے

ہیں: **وَمَا يُلْكِنُ بِجَنَاحِهِ مُؤْتَمِنٌ** ۵۷ (طہ ۲۰:۲۶) ”اور یہ جزا ہے اس کی جو پاکیزگی اختیار

کرے“، یعنی اسلام لے آئے۔ **وَمَا يُبَدِّلُ دِينَ لَعَلَّهُ يُؤْتَكُهُ** ۵۸ (عبس ۳:۸۰) ”اور تمھیں

کیا خبر شاید کہ وہ پاکیزگی اختیار کرے“، یعنی مسلمان ہو جائے۔ **وَمَا عَلَيْنَا يُؤْتَكُهُ** ۵۹ (عبس

۷:۸۰) ”اور تم پر کیا ذمہ داری ہے اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کرے“، یعنی مسلمان نہ ہو۔ (تفہیم

القرآن، جلد ششم، ص ۲۲۲، بحوالہ ابن حجریر)

یہی وہ حکمِ رباني ہے جو حضرت موسیٰؑ کو دیا گیا کہ ترکیب کی دعوت دو۔ اللہ تعالیٰ کا ابر لطف و کرم اہل ایمان پر ہمیشہ برستا رہا۔ یہ رحمت کی انہتا ہے کہ اللہ کے بندے پاکیزہ و مصافا ہو جائیں۔ گناہوں کی دلدل سے فجیع کائیں اور دنیا میں پھیلے کانٹوں سے دامن بچا کر خوف خدا کو حریز جاں بنا کیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور سرخ رو ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس موقعے پر مسلمانوں کے ترکیب کا حکم دیا

جب مدینہ کے کچھ منافقین سچے دل سے ایمان لے آئے۔ فرمایا:

كَلُوتَنِيْ سَمَكِيْرَ لَهُمْ طَوْلَةَ تُطَاهِرُهُمْ وَتُرْكِيْهُمْ بِهَا وَكَلِّ عَلَيْهِمْ طَارِ

كَلُوتَنِيْ سَمَكِيْرَ لَهُمْ طَوْلَةَ سَمِيْعَ عَلَيْهِمْ (التوبہ: ۹: ۱۰۳) اے نبی! تم ان

کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرو اور اس سے ترکیب کرو (نیکی کی راہ میں

انھیں بڑھاؤ) اور ان کے حق میں دعا رحمت کرو کیوں کہ تمہاری دعا ان کے لیے

وجہِ تسلیم ہو گی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

لتنی رحمت و شفقت ہے کہ خالق بنی نوع انسان اپنے بندوں کی تطہیر اور ترکیب کا فریضہ

اپنے رسول مقبول کو اس وقت بھی سونپتا ہے جب انسان ضلالت کی راہ سے کلک کر منزلِ بدایت کو

پانے کے تمنائی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو علم و حکمت کا خزانہ بنایا ہے۔ اس کی ہر آیت اہل ایمان کو

ایسے ایسے جواہر عطا کرتی ہے، جن میں ایسے ایسے انوارِ ہدایتِ حکمتے دکتے ہیں، جن کی قدر و منزلت

کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ پھر ان کو عطا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ابینِ محبت کا بھی اظہار کرتا ہے:

أَقْتُمَ اللَّهُ عَلَى الْفُؤُدِ إِذَا بَعَثَ فِيهِمْ رُسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَنْذِلُوا عَلَيْهِمْ

أَبِيَّهُ وَيَرَكِيْهُمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْمُكْتَبُ وَالْحِكْمَةُ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفْدَ

خَلَلِ مُبْتَدِيْوِ (آل عمرن: ۳: ۱۶۳) و رحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے بہت بڑا احسان

کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انھی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انھیں

سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو پاکیزہ بناتا ہے (ترکیب کرتا ہے) اور ان کو کتاب

(قرآن) اور دنائی (حکمت) کی تعلیم دیتا ہے، حالاں کہ اس سے پہلے یہی لوگ صرخ

گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

یہ آیات قرآن حکیم میں تین بار دھرائی گئی ہیں جن سے رسول اکرمؐ کے فریضہ نبوت کی نشان دہی کی گئی ہے۔ سورہ جمعہ میں اس آیت کریمہ کے کچھ تبدیلی کے ساتھ تلقین پیامبرؐ الفاظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی تکرار سے بعثتِ رسول اکرمؐ کی ضرورت اور اہمیت کو اجاتگر کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ منصب نبوت، کار نبوت اور مقام نبوت کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ یہ کتاب مبین، یہ صحیفہ ہدایت اور یہ متاع حکمت تیری پونچی ہے جسے تو نے باٹھا ہے۔ علاوہ ازیں خالق ارض و ماءات بندے کو خود بھی اپنا تذکیرہ کرتے رہنے کی تلقین فرماتا ہے۔ مختلف اسلوب ہیں جن کے ذریعے ایک انسان تذکیرہ کر کے فلاح دارین حاصل کر سکتا ہے، بُرا نیوں سے بچ سکتا ہے۔ مقصد تخلیق کو سمجھ کر اس کو پورا کرنے کی سعی کرتا ہے۔ کائنات کا ہر انسان اپنا بوجھ خود اٹھائے گا۔ کوئی بھی اس کا بوجھ اٹھانے والا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں کی وضاحت قرآن مجید میں مختلف طریقوں سے بیان کرتا ہے۔ انسان کو سمجھاتا ہے بلکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ ان کا تذکرہ کرو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

وَاللَّاتِيْنَ وَالْأَذْرَقَةِ وَرُزْرُزَ الْأَنْدَلُّ وَالْأَرْتَنَقَعَ مُنْقَلَّةً إِلَى الْدَّعْلَهَا إِلَيْنَمْ شَنِيْدَهَا وَلَوْ

كَارَ مَا أَقْرَبَدُ إِنَّمَا تُنْتَهِيُ الْأَنْيَرِ بِيُشْشُورَ وَبَهْلَهِ بِالْغَيْرِ وَإِنَّمَا مُؤْلَوَة

طَ وَمَرْتَنَكَدُ فَإِنَّمَا يَنْتَهِيَ كَدُ لِنَفْسِهِ طَ وَاللَّهُ الْمُكَبِّرُ (فاطر ۱۸:۳۵)

اور کوئی اٹھانے والا دوسرا کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قرابت دار ہی ہو۔ (اے پیغمبرؐ!) تم ان لوگوں کو نصیحت کر سکتے ہو جو بن دیکھے اپنے پورا دگار سے ڈرتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے اپنے ہی لیے پاک ہوتا ہے اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کو تذکیرے کی تلقین کی ہے۔ جتنے بھی احکامات ہیں، جتنی بھی ہدایات ہیں، سب کی اساس تذکیرہ ہے۔ جو انسانی زندگی کو اس طرح لکھا رتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ

اور محسن انسانیت کی اطاعت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور دُنیوی و آخری فلاح کو پانے کی جدوجہد کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک خاص عالیٰ مسئلے میں ترکیبے کی برکت کا یوں اظہار کرتا ہے:

وَإِنَّا طَلَقْنَا النِّسَاءَ فَلَا يَعْلَمُهُنَّ فَلَا تَعْلَمُهُنَّ فَلَا يَنْكِحُنَّ أَزْوَاجَهُنَّ
إِذَا تَرَكْنَهُنَّ بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ طَلِقْنَهُنَّ يَهُنَّ عَنْهُنَّ مَنْكِهُنَّ يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْأَخِرِ طَلِقْنَهُنَّ مَنْكِهُنَّ مَكْدُلَكُمْ وَمَأْلَهُنَّ طَلِقْنَهُنَّ اللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا
تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ ۲۳۲:۲) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو اس میں مانع نہ ہو کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں، جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم منا کھٹ پر راضی ہوں۔ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ ایسی حرکت ہرگز نہ کرنا اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے والے ہو۔ تمہارے لیے شائستہ اور پاکیزہ طریقہ بھی ہے کہ اس سے باز رہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ناپندریدہ عمل سے گرینز کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے پچنا بھی ترکیبے کے زمرے میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَيَأْتِيَنَّهُنَّا الْجَنَّةَ أَمْ نَوَّا لَا تَمْكِلُهُنَّا غَيْرُ بُنُونَكُمْ حَتَّى
تَشَأْرُشُوا وَتُسَلِّفُوا عَلَىٰ أَهْلِهِنَّا طَلِقْنَهُنَّ نَبِيْلَكُمْ لَعَمَكُمْ تَمَكَّرُوْرَ ۝
فَإِنَّمَا تَدْعُونَنَا فَيَقُولُنَا أَنَّهَا أَنْتَ أَهْلَكَتْهُنَّا لَا تَمْكِلُهُنَّا حَتَّىٰ يُهَزَّلَكُمْ وَمَا
قَبْلَ لَكُمْ مَا زَعْنَوْنَا فَإِنْجَعَوْنَا لَهُنَّا مَكْدُلَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلَيْهِمْ ۝ (النور
۲۷:۲۸، ۲۸:۲۹) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرا گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھروں کی رضاۓ لے لو اور گھروں پر سلام نہ پھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کس قدر ہمدرد، مصلح اور انسانوں کی مددگار ہے کہ وہ ان اسباب کا خاتمہ کرنے کی بھی فکر کرتی ہے جو کسی شخص کو اس بُرائی میں بُتلہ ہونے پر اُکساتے ہوں، اس کے لیے موقع بہم پہنچاتے ہوں یا اس پر مجبور کردیتے ہوں۔

جامعیت میں اہل عرب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صبح بخیر، شام بخیر کہتے ہوئے بے تکلف ایک دوسرے کے گھر میں گھس جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کے لیے یہ اصول مقرر کیا کہ ہر شخص کو اپنے رہنے کی بُجھہ میں تھنیے (privacy) کا حق ہے اور کسی دوسرے شخص کو اس کے تھنیے میں اس کی مرضی اور اس کی اجازت کے بغیر دخل انداز ہونے کی اجازت نہیں دی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھنیے کے اس حق کو صرف گھروں میں داخل ہونے کے سوال تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک عام حق قرار دیا جس کی رو سے دوسرے کے گھر میں جھانکنا، باہر سے نگاہ ڈالنا، حتیٰ کہ دوسرے کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا بھی منوع ہے۔ حضرت ثوبانؓ (نبیؐ کے آزاد کرده غلام) کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: اَنَا أَبْذِلُ الْبَصَرَ فَلَا أَمْظِدُ "جب نگاہ داخل ہو گئی تو پھر خود داخل ہونے کی اجازت مانگنے کا کیا موقع رہا،" (ابوداؤد)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا قاعدہ یہ تھا کہ جب کسی کے ہاں تشریف لے جاتے تو آپؐ دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب فرمایا کرتے (ابوداؤد)۔ کوئی ایسی اور بھی احادیث مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔ اگر تین دفعہ دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد صاحبِ خانہ کی طرف سے اجازت نہ ملے یا وہ ملنے سے انکار کر دے تو اپس چلے جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہی پاکیزہ طریقہ کہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی ترکیب ہے جو نفسانی خواہشات، بے راہ روی اور نخش اقدام سے بچاتا ہے۔

ان تعلیمات کے بعد پھر ربِ جلیل نے محسن انسانیت کو اہل ایمان کے ترکیب کے لیے ایک انداز کا حکم فرمایا ہے:

فُلِمْ لِلَّهِ وَمِنْ يَوْمِ يُغْنِي مِنْ أَبْكَاهُ لَهُمْ وَيَنْفَعُونَا فَرُوْجَهُمْ طَنَلَهُ مَأْكُولًا
لَهُمْ طَلِا □ اللَّهُ خَيْرٌ بِمَا يُنَعِّفُ عَوْرَ (النور: ۳۰: ۲۳) اے نبیؐ! مؤمن
مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان

کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی یا اپنی محروم خواتین کے سوا کسی دوسری عورت کو نگاہ بھر کر دیکھنے کو حلال نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس دیدہ بازی کو آنکھ کی پدکاری سے تعصیر کیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے۔ بُری نظر سے دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔ لگاؤٹ کی بات چیت زبان کا زنا ہے، آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے۔ ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کے لیے چلانا ہاتھ اور پاؤں کا زنا ہے (بخاری، مسلم، ابو داؤد)۔ آں حضورؐ سے اس نظر بازی کے سلسلے میں بہت سی احادیث منقول ہیں جن کا غلام صدی ہے کہ ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالی جائے، فوراً پھیر لی جائے یا پہنچی کر لی جائے۔ مسلم، ابو داؤد اور احمد نے نبی کریمؐ کا ارشاد نقش کیا ہے: کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے، کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے۔ الغرض جس شخص نے اپنی آنکھوں کی حفاظت کی اس نے ترکیب کیا اور گناہوں سے محفوظ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پاکیزگی کے عمل کو پسند فرمایا ہے۔

ستر کی حفاظت کے لیے محسن انسانیتؐ کے بہت سے ارشادات کتب سنن میں موجود ہیں۔

آپؐ نے تو یہاں تک فرمادیا: **فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَدْهَنَ رِيْسَتِيَا مَنْهُ** ”تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم کی جائے“ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب نے کیا گل کھلائے ہیں۔ گھر، ٹیکی وی کی یلغار کی زد میں ہیں۔ کیا اشتہار، کیا ہوں نا کی سے لبریز ڈرامے اور کیا نغمہ و سرود سب غاشی کی دعوت دیتے ہیں۔ ان پروگراموں کو اہتمام سے دیکھا جاتا ہے۔ غرض بصر کا لاحاظہ کہاں رکھا جاتا ہے۔ ایسے ہی نفس پرستی کے ارتکاب سے رب جلیل منع فرماتا ہے اور ان فتنوں سے محفوظ رہنے کے لیے غرض بصر کا حکم دیتا ہے بلکہ فرماتا ہے: **فَلَمَّا كَانَ لِلَّهِ مَكْدُولٌ** کہ ان کے لیے نظر بازی سے بچنا اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنا پاکیزہ عمل ہے۔ یعنی یہی تو ترکیب ہے۔ اسی طرح ہادی برحق سے یہ بھی اسی سورہ میں فرمایا جا رہا ہے: **وَقُلْ لِلْمُؤْمِنِتِ يَغْشِيْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَنْفَطِلُ فُرُوجُهُنَّ وَلَا يَبْيَسْنَ** **وَيَنْبَتَهُنَّ** ... (النور ۳۱:۲۲) اور ”اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا بناو سنگھار نہ دکھائیں“۔ اس کے بعد ان

محرمان کا ذکر ہے جن کے سامنے بغیر پرده جاسکتی ہیں۔

سورہ لیل کا مطالعہ کیجیے، جس میں زندگی کے دو مختلف راستوں کا فرق اور ان کا انجام واضح کیا اور ان متاثر کو دل میں اُتارا گیا ہے، جن میں ایک بھلائی کا راستہ ہے اور دوسرا بُرانی کا راستہ۔ پہلی قسم کی خصوصیت کو بھی دھھوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلی یہ کہ انسان مال دے، خدا ترسی اور پرہیز گاری اختیار کرے اور بھلائی کو بھلائی مانے۔ دوسری یہ کہ انسان بخل کرے۔ خدا کی رضا اور ناراضی کی فکر سے بے پرواہ جائے اور بھلی بات کو بھلایا دے۔ یہ دونوں راستے متاثر کے لحاظ سے ہرگز یکساں نہیں۔ پہلے طریقے میں بھلائی کرنے والے کے لیے بدی کرنا مشکل ہو جائے گا اور دوسرے طریقے عمل میں اللہ تعالیٰ اس کے عامل کے لیے زندگی کے بدی کے راستے کو سہل کر دے گا۔ سورہ کے دوسرے حصے میں تین حقیقتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ نے انسان کو بے خبر نہیں چھوڑا، اس نے یہ راستہ بتا دینا اپنے ذمے لیا ہے کہ زندگی میں انسان کے لیے سیدھا راستہ کون سا ہے۔ دوسری حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کا مالک اللہ ہے۔ دنیا مانگو تو دنیا دے گا۔ آخرت کی فلاح مانگو تو فلاح دے گا۔ تیسرا حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ جو بدجنت اس بھلائی کو بھلائے گا، جو رسول اور کتاب کے ذریعے سے پیش کی گئی ہے، اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار ہے۔ اور جو خدا ترس آدمی پوری بے غرضی کے ساتھ محض رضاۓ الہی کے لیے اپنا مال راہِ نیمر میں خرچ کرے گا، اس کا رب اس سے راضی ہو گا اور اسے اتنا کچھ دے گا تو وہ خوش ہو جائے گا۔

اس سورت کی آخری پانچ آیات ترکیہ اور اس کے انعامات کو بیان کرتی ہیں:

وَسَيِّدَنَا مُحَمَّداً أَنَّا نَعْتَدُ
يُؤْنِدُ مَالَهُ يَتَّبَعُكُمْ ۝ ۵۰ وَمَا لِلَّهِ عِنْهُ مِنْ نِعْمَةٍ
تُبَرَّدُ ۝ ۵۱ إِنَّا مَبْتَغَاهُ وَجْهُ رَبِّهِ أَلَّا عَلَىٰ ۝ ۵۲ وَلَسَوْفَ يَبْرُدُ ۝ ۵۳ (الليل

(۹۲-۱۷-۲۱) جو بڑا پرہیز گار ہے وہ بچا لیا جائے گا۔ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو۔ وہ اس لینے نہیں دیتا کہ اس پر کسی کا احسان ہے، جس کا وہ بدلہ اُتارتا ہے، بلکہ اپنے خداوند عالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔ یہی رضاۓ الہی کا حصول ہی تو حقیقی ترکیہ ہے، جو انسان کی متاع آخرت ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے اہل ایمان کو واضح طور پر بتلا دیا ہے کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کی شبیثت صحرابہ صحراء دریا پر دریا، کوہ کوچھیلی ہوئی ہے۔ کیسے کیسے وساوس، کیسے کیسے حر بے اور کیسے کیسے نفس پرستی کے تھکو لے اس کی سرشت میں جلا پاتے ہیں کہ ہر انسان کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیتا ہے۔ حقیقتاً وہ ہمارا ازی دشمن ہے۔ اسی لیے تو خالق بنی نوع انسان نے ہمیں متنبہ کیا ہے:

□ يَا □ يُهَا الْجِنِّيَّةِ أَمْنُوا □ لَا تَتَّبِعُو □ طَّلَوْتَ الشَّيْطَلِ □ طَّ وَمَنْ
تَّبَّعَ طَّلَوْتَ الشَّيْطَلِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَادِ وَالْمُنْكَرِ طَّ وَلَوْلَا فَنْطَلِ
اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَدَعْمَتُهُ مَا زَكَدَ مِنْكُمْ مَوْ أَنْدِبَ أَبَكَا وَلِمَكَ اللَّهُ يَنْمِكَدَ مَوْ
بَشَّا كُدُّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلَيْهِ (النور ۲۱:۲۳)

اسے لوگو! جو ایمان لائے ہو، شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ اسے نقش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم قدم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہو سکتا۔ مگر اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے، اور اللہ سننے والا جانے والا ہے۔

اس آیت سے قبل اس سورت میں واقعہ افک کا تذکرہ کیا ہے، جس میں اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی تھی، مگر اس کے بارے میں ربِ علیم و خیر نے اس واقعے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم نے حُسنِ ظن کیوں نہ کیا، سوے ظن کیوں کیا۔ اس کے بعد اس آیت میں اہل ایمان کو خبردار کیا ہے کہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔ وہ تو نقش اور بدی کی طرف بلاتا ہے۔ تم لوگ نہیں جانتے اس طرح کی ایک ایک حرکت کے اثرات معاشرے میں کہاں کہاں تک پہنچتے ہیں۔ کتنے افراد متاثر ہوتے ہیں اور اس اجتماعی زندگی کے نقصانات کتنے ہیں جو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہیں، بہت بڑی باتیں ہیں۔ شیطان کے ان حربوں سے پچھو۔ ان وساوس کی زدیں آ کر کوئی شخص بھی پاک صاف نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم نے نفسِ انسانی کے ترکیے کے لیے رہنمائی دی ہے اور بتلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ترکیہ کرتا ہے۔ انبیاء کرامؐ کو اہل ایمان کا ترکیہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور پھر اہل ایمان کو خود ترکیہ کی روشن اختیار کرنے کی ہدایت فرماتا ہے تاکہ اس کے بندے نیکی، خداخونی اور فضائلِ اخلاقی سے آرستہ ہو کر اس کے پسندیدہ بندے بن جائیں اور دنیوی اور آخری کامیابی سے ہم کنار ہوں۔

قرآن کریم نے ترکیبِ نفس کے اور بھی عوامل کا ذکر کیا ہے۔ تقویٰ اختیار کریں، اتفاق فی سبیل اللہ کو اپنی فائدہ مند تجارت بنائیں، باطنی صفات میں اخلاص کو لکھیز ترکیب بنائیں۔ ذکر و فکر سے ترکیب میں مدد لیں اور خلوصِ دل سے استغفار کے لیے نماز، زکوٰۃ اور فریضۃ حج کو اپنی فلاح کا ذریعہ بنائیں۔ چنانچہ دل کی گہرائیوں میں اُتار لیں کہ ﴿فَهَلْ أَفْلَحَ مَوْتَكُلُوْنَ عَلَىٰ رَبِّهِ فَطَّلَّوْنَ﴾ (الاعلیٰ ۸۷: ۱۳، ۱۵) ”فلاح پا گیا وہ جس نے پا کیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی“۔
